Al-Mahdi Research Journal
Vol. 3, No. ` (Jan-March 2022)
ISSN (p): 2789-4142 ISSN (e):2789-4150

منظوم ترجمے کی روایت کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

The Research and Analytical Study of the Tradition of Versed translation

Mr. Manzoor Ali

PH.D Scholar Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Pakistan and Lecturer at Sukkur IBA University, Sukkur, Sindh (ORCID-0000-0003-4248-2346)

Email Address: manzoor.ali@iba-suk.edu.pk

Prof. Dr. Ghulam Ali Khan

Retired Professor Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Pakistan

Email Address: galigull2000@yahoo.com

Abstract:

Translation has been a very difficult task since day one. This difficulty has to do with the specific linguistic and stylistic features of the language requiring consideration of contextual and non-contextual observations of the text, therefore attempts to translate raised so many linguistic and legal questions and issues which needs to be analyzed and studied in the light of different theories and perspectives on translation such as linguistics, communicative approach, socio-semiotics and principles of interpretation. To get a deeper understanding of the Verse translation, let's take a brief look at the basic and key concepts related to Versified translation. The literal meanings, terminological definitions, history, tradition and various trends will be discussed so that further critical and comparative studies based on it will be possible.

Key Words: Tradition, Versed Translation, Quran, Tafseer, Literature

قوت گویائی جو کہ انسان کی جنسیت کی حتمی تعریف کا ایک لازمی جز ہے وہ اس قدر وسیع اور متنوع واقع ہوئی ہے کہ جس کا اندازہ کرہ ارض پر تبادلہ خیال کے لیے استعمال ہونے والی زبانوں سے لگایا جا سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اب نا صرف زبان کو ذریعہ ابلاغ کے طور پر دیکھا جاتا ہے بلکہ اس کو بطور فلسفہ لسانیات پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ عموماً دنیا میں انسانی کلام کو نظم و نثر ہی میں تقسیم کیا جاتا ہے لیکن اس سے الگ ایک نوع کا امکان بھی موجود ہے۔

مذاہب عالم کی روایت سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے ہاں مذہبی کتب (Religious Scripture) کا ایک معتد بہ حصہ نظم پر مشتمل ہے۔شاید پیغام میں تاثیر پیدا کرنے کے لیے طبع انسانی کے پیش نظر ایسا ہوا ہو۔اس میں اہل ہند کو باقی لوگوں پر تفوق حاصل ہے۔ منظوم ترجمہ ایسی پرخار وادی ہے کہ جس نے بھی اس میں قدم رکھا اس کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور بہت سارے مترجمین اپنے دامن کو کانٹوں سے بچا نہ سکے۔ منظوم

ترجمہ کے لئے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ شعر و شاعری انسان کو زیادہ متاثر کرتی ہے اور نثر کی نسبت نظم کو یاد کرنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کا کسی غیر عربی زبان میں نثری ترجمہ کرنا، ناممکن حد تک مشکل ہے اس لیے ان کو احتیاطاً ترجمانی کہا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا۔

منظوم ترجمہ کے گہرے ادراک کو حاصل کرنے کے لیے نظم، ترجمہ اور منظوم ترجمہ کے متعلق بنیادی اور کلیدی تصورات پر مختصراً نظر ڈالی جائے۔ اگرچہ نظم اور ترجمہ کوئی انوکھی چیز نہیں لیکن جب اس کو منظوم کے خاص پیرائے میں دیکھا جائیگا تو اس میں بہت سی باریکیوں کے لیے صرف طائرانہ نہیں بلکہ تنقیدی اور تخصیصی مطالعہ کی حکمت عملی درکار ہو گی۔ ان کے لغوی معانی، اصطلاحی فنی تعریفات، تاریخ و روایت اور مختلف رجانات کو زیر بحث لایا جائیگا تاکہ آگے چل کر اس کی بنیاد پر تنقیدی اور تقابلی مطالعہ ممکن ہو سکے۔

اس موقف کی تائید ڈبلیو ایف بولٹن کی کتاب "A Problem in Verse Translation" کے ابتدائی چند نکات سے ہوتی ہے۔

> "The problems of poetic translation have special importance for the comparativist. As a student and a teacher, he must depend to some extent on translations, and translation itself is a proper field for his scholarly endeavor. In the case of prose, the problem of translation is relatively minor."[1]

منظوم ترجمہ کے مسائل تقابلی مطالعہ کرنے والے کے لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ایک طالب علم اور استاد کی حیثیت سے، اسے کسی حد تک ترجے پر انحصار کرنا چاہیے، اور ترجمہ خود اس کی علمی کاوش کے لیے ایک مناسب میدان ہے۔ نثر کے معاملے میں، ترجمہ کا مسئلہ نسبتاً معمولی ہے۔

نظم یا منظوم کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم

منظوم نظم سے ماخوذ ہے۔ نظم عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی پرونا، ملانا، تالیف کرنا[2]، موتیوں کا ہار بنانا، کلمات کو جوڑ کر شعر بنانا، منظوم کرنا، ضم کرنا، اتساق کرنا،[3] مقفی اور موزون کلام بنانا، سیدھا کرنا، مرتب کرنا،[4] نثر کا مفہوم مخالف،[5] بعض تارے، (ثریا، موضع، دبران)، ٹڈی دل کا جتھا، سلیقہ، انتلال، سیرت، عادت اور ہدایت کے ہیں۔[6] نظم ہونا: کسی مضمون کا اشعار میں موزوں ہونا۔[7]

---

[1] .W. F. Bolton, A Problem in Verse Translation, Comparative Literature, Duke University Press on behalf of the University of Oregon, (Summer, 1962), Vol. 14, No. 3 pp. 280

[2] ۔الإفريقي، محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعي (المتوفى: 711ھ)، لسان العرب، الناشر: دار صادر - بيروت الطبعة: الثالثة - 1414ھ، فصل النون، ج12، ص578

[3] ۔زين الدين، محمد بن أبي بكر بن عبد القادر، أبو عبد الله، الحنفي الرازي (المتوفى: 666ھ) مختار الصحاح، المحقق: يوسف الشيخ محمد الناشر: المكتبة العصرية - الدار النموذجية، بيروت - صيدا الطبعة: الخامسة، 1420ھ/ 1999م، باب النون (ن، ظ، م)، ج1، ص313

[4] ۔مجمع اللغة العربية بالقاهرة (إبراهيم مصطفى / أحمد الزيات / حامد عبد القادر / محمد النجار) المعجم الوسيط، الناشر: دار الدعوة، س ن، باب النون، ج2، ص933

[5] ۔أحمد مختار عبد الحميد عمر (المتوفى: 1424ھ) اللغة العربية المعاصرة، بمساعدة فريق عمل الناشر: عالم الكتب الطبعة: الأولى، 1429ھ - 2008م، (5159 - ن ظ م) ج3، ص2237

ریختہ ڈکشنری نے نظم کے معانی کچھ اس طرح بیان کیے ہیں۔ فعل: ترتیب دینا، آراستہ کرنا، سنوارنا، یکجا کرنا۔ اسم، مؤنث: ترتیب، ربط و ضبط، تسلسل، لڑی، سلک، مالا، موتیوں کو تاگے میں پرونا، عبارت کا ربط، ترتیب، جملے کی ساخت، اسلوب، انداز بیان، انتظام، بندوبست، اہتمام، انصرام؛ تدبیر مملکت، حکمرانی کا قاعدہ؛ حسن انتظام، تنظیم (اب عموماً نسق کے ساتھ مستعمل؛ جیسے: نظم و نسق)۔(ع۔ بالفتح)مونث ا۔ لڑی۔ سلک۔ منظوم ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں کیا گیا ترجمہ جو نظم میں ہو (خواہ نظم سے نظم میں کیا جائے یا نثر سے نظم میں)[8]۔

منظوم ترجمہ کو انگریزی میں Translation in verse, Versified translation، Verse translation اور Poetic Translation کہا جاتا ہے۔

نظم کی اصطلاحی تعریف اسی لغت نے کچھ یوں بیان کی ہے۔

"شاعری کی وہ صنف جو کسی ایک موضوع پر ہوتی ہے اور اس میں مسلسل اسی پر اظہار خیال ہوتا ہے بر خلاف غزل کے اس میں ہر شعر بالعموم ہم قافیہ ہوتا ہے بعض صورتوں میں ہم ردیف بھی ہوتا ہے اس صنف کے لیے کوئی مخصوص بحر مقرر نہیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اگرچہ نظم اس آیت کا بطور جز کے ہے، مگر اس سے مراد امر ہے، موزوں کلام، شاعری، شعر گوئی، شعر (نثر کے بالمقابل)"۔[9]

شمس الرحمٰن فاروقی نے نظم کی تعریف کو جامع اور مانع بنانے کے لیے اپنے ایک تحقیقی اور تنقیدی مضمون میں لکھا ہے۔

"اب میں فی الحال یہ اصول قائم کرتا ہوں، ہر وہ منظوم تحریر جو غزل نہیں ہے وہ نظم ہے۔ یہاں میں نثری نظم کو بھی منظوم تحریر کی نوع میں رکھ رہا ہوں اور اگر کوئی ڈراما منظوم ہے یا اس کے کچھ حصے منظوم ہیں تو ان منظوم حصوں کی حد تک وہ ڈراما بھی نظم ہے۔ دوسرا اصول یہ ہو سکتا ہے کہ نظم وہ منظوم تحریر ہے جو غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، رباعی، قطعہ، واسوخت، شہر آشوب، مسمط، ترکیب بند، ترجیع بند، متزاد نہ ہو۔ یعنی نظم وہ منظوم تحریر ہے جس پر ان اقسام میں سے کسی ایک کا بھی حکم نہ لگایا جا سکے جو ہمارے یہاں عہد قدیم سے رائج ہیں۔"[10]

فاروقی اپنے دوسرے مضمون میں نظم کے حوالے سے کچھ لطیف اشارے بیان کرتے ہیں۔

---

[6]۔ الفیروزآبادی، مجد الدین أبو طاهر محمد بن یعقوب (المتوفی: 817ھ-) القاموس المحیط، تحقیق: مکتب تحقیق التراث في مؤسسة الرسالة بإشراف: محمد نعیم العرقسُوسي الناشر: مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت - لبنان الطبعة: الثامنة، 1426ھ -- 2005م، باب المیم فصل النون، ج1، ص1162

[7]۔ فیروزالدین، الحاج، مولوی، فیروزاللغات اردو، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، پنڈی، کراچی، س ن، ن-ظ، ص1366

[8] . Rekhta,Dictionary,https://www.rekhtadictionary.com/?lang=ur,Sighted on 12.09.2021, 12:34PM

[9]۔ ایضاً

[10]۔ فاروقی، شمس الرحمٰن، تنقیدی افکار (دوسرا ایڈیشن)، نظم کیا ہے، ص159، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، وزارت ترقی انسانی وسائل ہند، ویسٹ بلاک-1 آر-کے، پورم دہلی، جنوری 2004، ص159

"اگرچہ یہ درست ہے کہ کبھی کبھی نثر نظم بن سکتی ہے، لیکن نظم کبھی نثر نہیں بن سکتی۔اس تبدل جنس کا اصول دو پہلو نہیں، بلکہ یک راہ ہے۔ٹیگور کی 'گیتا نجلی' نثر میں ہے لیکن نظم ہے۔یہ ضروری نہیں کہ نظم گائی جاسکے لیکن یہ ضروری ہے کہ بہ آواز بلند پڑھی جاسکے۔۔۔اچھی نثر بولی جاسکتی ہے، اچھی نظم پڑھی جاسکتی ہے۔۔۔نظم کی سب سے بڑی پہچان اس کی زبان ہوتی ہے۔"[11]

ترجمہ کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم

اسی طرح ترجمہ بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس کی وضاحت کے لیے صاحب لسان العرب نے ترجمان کا لفظ استعمال کیا اور اسکی مزید وضاحت مفسر زبان کے لفظ سے کی، بعد ازاں ترجمان کی تعریف کرتے ہیں۔ هُوَ الَّذِي يُتَرْجِم الْكَلَامَ أَيْ يَنْقُلُهُ مِنْ لُغَةٍ إِلَى لُغَةٍ أُخرى۔ اس کی جمع تراجم بتاتے ہیں۔[12] صاحب مختار الصاح نے ترجمہ کے لفظ کے معنی بتائے ہیں۔ وَ(تَرْجَمَ) كَلَامَهُ إِذَا فَسَّرَهُ بِلِسَانٍ آخَرَ وَمِنْهُ (التَّرْجَمَانُ) وَجَمْعُهُ (تَرَاجِمُ) كَزَعْفَرَانٍ۔[13] ترجمہ دوسری زبان میں کسی بات کی تفسیر کو کہتے ہیں اسی میں سے لفظ ترجمان ہے اور اس کی جمع تراجم ہے۔صاحب تاج العروس نے مذکورہ بالا وضاحتوں کا تکرار کیا ہے۔[14]

اے ایچ سمتھ کے مطابق:

To translate is to change into another language retaining as much of the sense as one can[15].

"ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان کی تبدیلی ہوتا ہے جس میں حتی الامکان مفہوم کو موجود رکھا جاتا ہے"۔

جب ترجمہ کیا جاتا ہے تو جس زبان میں ترجمہ کیا جارہا ہے اور جس زبان سے کیا جارہا ہے دونوں کی لغت کی معنویت کو تلاش کیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں سی جی کرافورڈ لکھتے ہیں:

The central problem of translation practice is that of finding TL translation equivalents. A central task of translation theory is that of defining the nature and condition of translation equivalence.[16]

"ترجمہ کی مشق کا مرکزی مسئلہ یہ ہے کہ ترجمہ کی زبان میں ساری معنویت کی لغت کو تلاش کیا جائے۔ترجمہ کے نظریہ کا یہ مرکزی تقاضا ہے کہ معنویت کے مساوی لغت کی نوعیت اور کیفیت کی تعریف متعین کی جائے۔"

محمد عبدالواسع ترجمہ کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے لکھتے ہیں کہ:

---

[11]۔فاروقی، شمس الرحمٰن، تنقیدی افکار، نثری نظم یا نثر میں شاعری، ص137

[12]۔لسان العرب، فصل التاء، ج12، ص66

[13]۔مختار الصحاح، باب الراء (رج م) ج1، ص119

[14]۔الزّبيدي، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، (المتوفى: 1205ھ)، تاج العروس من جواهر القاموس، المحقق: مجموعة من المحققين الناشر: دار الهداية، س ن ج31، ص327، (ت رج م)

[15] .J. Crawford, A linguistic Theory of translation, London, oxford university press.1965.PP. 126

[16] . J.M. Cohen, "translation", Encyclopedia Americana, 1986, vol.279.PP. 89

" ادبیات عالم میں 'طبع زاد' اور 'ترجمہ' کی اصطلاحیں رائج ہیں۔ عام طور پر انہیں ایک دوسرے کی ضد بھی سمجھا جاتا ہے۔ ترجمہ چونکہ دوسری زبان سے ماخوذ یا مستعار ہوتا ہے اس لیے اس میں ایک حد تک غیریت کا احساس باقی رہتا ہے۔ اس غیریت کے احساس کے سبب ہی "طبع زاد" کے مقابلے ترجمہ کو ثانوی حیثیت حاصل رہی ہے۔" 17

رشید امجد اپنی کتاب "ترجمہ کا فن" میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ترجمے کا فن اتنا ہی قدیم ہے، جتنا کہ انسان کی سماجی زندگی۔ جب ایک سماجی گروہ کا دوسرے گروہ سے سماجی رشتہ قائم ہونے پر ایک دوسرے کی بات سمجھنے کے لیے ترجمہ کا سہارا لینا پڑتا ہو گا تو ترجمہ کچھ آوازوں اور کچھ اشاروں پر مبنی ہو گا۔ حملہ آوروں، سفیروں اور سیاحوں وغیرہ کی بنیادی ضرورت یہ تھی کہ وہ دوسرے لوگوں کو اپنی بات سمجھا سکیں۔ اس سے پہلے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کی زبان سمجھنے کے قابل ہوتے، کسی ترجمان کے ذریعے انھوں نے ایک دوسرے تک بات پہنچائی ہو گی۔"[18]

حریری نے ترجمہ کی تعریف کچھ اس طرح بیان فرمائی ہے۔

"کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان مین نقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔ جیسے ایک ہی زبان کے ردیف کو ہٹا کر اس کی جگہ اسی ہی زبان کا دوسرا ردیف رکھ دیا جائے۔"[19]

منظوم ترجمہ

مطلقاً ترجمہ کے معانی اور مفاہیم کو دیکھنے کے بعد منظوم ترجمہ کو تخصیصی طور پر ذکر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہاں نظم کی پابندیاں اور معانی کی درستگی، دونوں زبانوں میں مہارت اور جس زبان میں ترجمہ کیا جارہا ہے اس میں شاعر ہونا چند ایسی مطلوبہ خصوصیات ہیں جن کا بیک وقت ہونا جہاں کافی مشکل ہے وہاں تمام تر درپیش مشکلات کا مکمل حل بھی نہیں، اس لیے منظوم ترجمہ کے متعلق بنیادی تصورات کو سمجھنا اور ماہرین فن کے موقف کو ذکر کرنا اہمیت کا حامل ہے۔

ڈاکٹر عنوان چشتی اپنے مضمون "منظوم ترجمے کا عمل" میں لکھتے ہیں:

"ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترسیل خیال اور انتقال فکر کا عمل ہے۔ اس عمل کے چار واضح مدارج ہیں جنہیں۔ 1 انتخاب متن 2۔ ابلاغ کی منزل 3۔ ترسیل کا فن اور 4۔ نئی مگر "پرانی تخلیق" کا نام دیا جاسکتا ہے۔"[20]

---

[17]۔ محمد عبدالواسع، اردو ترجمہ نگاری میں صنائع وبدائع: مسائل اور حل، پی۔ ایچ۔ ڈی مقالہ، (نگران: پروفیسر محمد ظفرالدین)، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد۔ (شعبہ ترجمہ، 2017

[18]۔ رشید امجد، ڈاکٹر، ترجمہ کا فن، لاہور، مقبول اکیڈمی: 1988، ص 34

[19]۔ حریری، غلام احمد، پروفیسر، تاریخ تفسیر ومفسرین، ملک سنز پبلیشرز، کارخانہ بازار فیصل آباد، 1999ء، ص 21

[20]۔ چشتی، عنوان، ڈاکٹر، منظوم ترجمے کا عمل، (مرتبہ ڈاکٹر قمر رئیس، ترجمہ کا فن اور روایت) تاج پبلیشنگ ھاؤس، جامع مسجد دھلی، جون 1976ء، ص 141

مذکورہ بالا نکات منظوم ترجمے کے حوالے سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔انتخاب متن سے پہلے مترجم آزاد ہوتا ہے لیکن انتخاب متن کے بعد وہ آزادی اس کے پاس نہیں رہتی اس سے زیادہ اہم مرحلہ ابلاغ ہے جہاں مترجم ابھی تک مترجم نہیں بنا بلکہ ایک طالب علم کی حیثیت سے اس متن کو سمجھنے کی جدوجہد شروع کرتا ہے جس کی دو منزلیں ہیں ایک نفسیاتی اور دوسری لسانی جس میں وہ متن سے مزاج شناسائی کے بعد اس کے لغوی مباحث کو دیکھتا ہے۔

کلنٹن وڈورتھ منظوم ترجمے پر لکھے ہوئے ایک آرٹیکل میں مذکورہ بالا باتوں کی تائید کرتے ہیں۔

> "Translation consists in conveying the meaning of an original text through the agency of another language. I have pointed out elsewhere' that linguistic meaning includes two relevant types: sense, which may be conceptual, affective, or both, and significance. To these must be added, particularly in the case of literary works, a third type of meaning not altogether linguistic, which may be called intention. We shall consider these three in turn from the standpoint of the translator's function."[21]

مذکورہ بالا اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ ترجمہ میں لسانیات کے حساب سے ایک فہم ہونا چاہیے خواہ وہ تصوراتی ہو یا حساسی ہو یا تصور اور حساس کا امتزاج ہو۔ایک ادبی کام کا یہ جزلاینفک ہے،ایک تیسری چیز جس کا تعلق لسانیات سے تو نہیں اسے نیت کا نام دیا جاسکتا ہے۔ہم مترجم کے کام کے نقطہ نظر کو ان تینوں زاویوں سے دیکھیں گے۔

چشتی صاحب منظوم ترجمہ نگاری کے لیے مذکورہ باتوں پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔

> "انتخاب متن سے پہلے مترجم کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ جس کتاب کا ترجمہ کرنا چاہتا ہے اس کی ادبی،فنی،سماجی اور جمالیاتی قدروقیمت سے آگاہ ہوجائے کسی فن پارہ کی قدروقیمت کا عرفان مترجم میں ذمہ داری،دیانت،خلوص اور محنت کا احساس پیدا کرتا ہے۔"[22]

مذکورہ بالا معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ ابتدائی ہونے والے منظوم تراجم کے متعلق کچھ یوں رقمطراز ہیں:

> "ہمارے ابتدائی مترجموں نے ان ضرورتوں کا پوری طرح لحاظ نہیں کیا اس لیے ان کے اکثر منظوم ترجمے بے روح اور اصل سے دور ہیں۔ان میں مصنف کے بنیادی خیال نے شعری پیکر اختیار نہیں کیا بلکہ وہ جداگانہ نظمیں معلوم ہوتی ہیں۔[23]

---

[21].Dorothea Clinton Woodworth, Meaning and Verse Translation, The Classical Journal, The Classical Association of the Middle West and South, Vol. 33, No. 4 (Jan., 1938), pp. 193

[22]۔چشتی،عنوان،ڈاکٹر،منظوم ترجمے کا عمل،ص142

[23]۔چشتی،عنوان،ڈاکٹر،منظوم ترجمے کا عمل،ص144

عارف عزیز بھوپالی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر ظ- انصاری شعر وشاعری کے ترجمے کو اس شاخ سے تعبیر کرتے ہیں، جسے چھوتے ہی اہل علم کی انگلیاں جل جاتی ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جتنی شدت کے ساتھ اردو میں منظوم تراجم کی مخالفت ہوئی، اتنی ہی دل چسپی کے ساتھ مترجمین نے اس دعوتِ مبارزت کو قبول کیا۔یہاں تک کہ مذہبی کتب کے منظوم تراجم بھی خوب ہوئے۔ بھگوت گیتا اور رامائن کے علاوہ قرآن کریم کے معیاری منظوم ترجمے کرنے والوں میں سیماب اکبر آبادی، کیف بھوپالی اور شان الحق حقی کے نام آتے ہیں۔"[24]

ظ- انصاری نے پوشکن کی روسی شاعری کو اردو منظوم ترجمے میں ڈھالا ہے وہ پوشکن کے حالات زندگی کو بیان کرتے ہوئے اختتام پر منظوم ترجمے کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔

"اگر شاعری کو فقط اختصار اور اشارے کی دلفریب زبان ہی سمجھا جائے تو یہ منظوم ترجمے کسی کام کے نہیں رہیں گے۔ کیونکہ ہمارے ہاں مصرعوں کی تعداد اگرچہ اصل کلام کے لگ بھگ رہی ہے۔ لیکن الفاظ کی تعداد بڑھ گئی ہے۔۔"[25]

بعض زبانوں میں مصرعوں کی تعداد بھی ایک جتنی نہیں رہتی۔ گورڈن ایل فین یونانی زبان سے انگریزی میں ایک شعر کے منظوم ترجمہ کرنے بعد تبصرے میں لکھتے ہیں:

"For this poem the four lines of Greek required six of English[26]"

انگریزی زبان میں ہونے والے منظوم تراجم کے متعلق چارلس ٹوملائنسن کے تاثرات بھی ظ- انصاری صاحب کے موقف کی تائید کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ روایتی جائزے منظوم ترجمے کو اصل متن کا کمزور چچازاد بھائی تصور کرتے ہیں لیکن شاعری خود کیا ہے؟ یہ بھی مترجمین کے لیے ایک دل چسپ سوال رہا ہے:

"The presence of translation in it changes the balance of conventional assessments that still rate translation as a poor cousin of the real thing, poetry itself. But poetry itself is what the great translators always looking for and were finding.[27]"

محمود جمال کہتے ہیں:

---

[24] ۔ عارف عزیز (بھوپال)، اردو میں ترجمے کی روایت اور اس کا فن، 16 جنوری، 2019، https://jang.com.pk/news/598697

[25] ۔ظ- انصاری (ظل حسنین نقوی)، پوشکن شعر وشاعری، منظوم ترجمے، قومی دارالاشاعت، مال روڈ، لاہور، 30 جون، 1972، ص، 18-20

[26] . Gordon L. Fain, Major Poets in Verse Translation, University of California Press, Berkeley and Los Angeles, California, PP. 30

[27] . Charles Tomlinson, Classical Verse Translated, Trustees of Boston University, Third Series, Vol. 4, No. 2 (Fall, 1996), pp. 148

"کہ ترجمہ کرنے میں زیادہ مدد اس بات سے ملتی ہے کہ آپ اس زبان کے شاعر ہوں جس میں ترجمہ کر رہے ہوں بجائے اس زبان کے جس سے ترجمہ کر رہے ہوں۔"[28]

اکبر الہ آبادی نے بھی منظوم تراجم کی مشکلات کا اعتراف کیا ہے.

اگر ترجمہ ہو تو مطلب ہو خبط
معانی میں پیدا نہ ہو، ربط وضبط
مواقع ہیں یہ، جن سے ڈرتا ہوں میں
مگر خیر کچھ فکر کرتا ہوں میں۔[29]

منظوم ترجمہ آغاز روایت اور داعیات

منظوم ترجمہ کی روایت کا موجد اول کون ہے اور اس نے کس زبان سے کونسی زبان میں پہلا ترجمہ کیا اس کو پن پوائنٹ کرنا محال ہے۔زمانی، مکانی اور لسانی تینوں اعتبارات سے اولیت کی کوئی دلیل یا روایت اب تک سامنے نہیں آئی البتہ ایک مخصوص زبان میں اگر اس کا تعاقب کیا جائے تو بڑے تتبع کے بعد اولیت کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔مثلاً اردو زبان میں "نظم طباطبائی" کے لیے بعض محققین نے یہی دعویٰ کیا ہے۔

"اُردو ادب میں منظوم ترجمے کی روایت "نظم طباطبائی" کی "گورِ غریباں" سے آغاز ہوتی ہے، جو "گرے" کی مشہور "ایلیجی" کا منظوم ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ "شرر" کی فرمائش پر کیا گیا۔ نظم "طباطبائی" نے اس ترجمے کی مقبولیت کے پیش نظر کئی ایک اور بھی تراجم کیے، خصوصاً "زمزمہ ٔفصیل بہار" (گرے) اور "دولتِ خداداد افغانستان" (سر ایلفریڈ لائل) کو مقبولیت حاصل ہوئی۔"[30]

کسی منتخب متن کے مطالعے میں روایت کو زمانی ترتیب سے معلوم کیا جس سکتا ہے۔مثلاً کسی مخصوص شاعر کی شاعری کے منظوم تراجم کی جستجو کی جائے تو چنداں مشکل نہیں جیسا کہ ڈاکٹر علی کاوسی کا کہنا ہے:

"اب یہاں اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم ان تمام منظوم تراجم کا زمانی ترتیب سے مطالعہ کریں تاکہ ہم پر یہ امر واضح ہو سکے کہ اردو میں فارسی کلام غالب کے کتنے منظوم تراجم موجود ہیں اور کس کس دور میں کن کن ادیبوں اور شاعروں نے اس مشکل وادی میں قدم رکھا ہے۔ نیز ان میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو سلامت روی سے اس راستے سے کامیاب گزرے ہیں۔"[31]

عارف عزیز کے مندرجہ اقتباس سے اتفاق کیا جاسکتا ہے:

28۔ فیض، محمود جمال،، ففٹی پوئمز، ناشر: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس پاکستان۔ پی او بکس 8214، کراچی۔ 7490، س ن، مقدمہ

29۔ عارف عزیز (بھوپال)، اردو میں ترجمے کی روایت اور اس کا فن

30۔ نقوی، سیدہ رضوانہ، ترجمہ نگاری ایک لسانی اور فکری جہت، 13 جون، 2018، 506480 https://jang.com.pk/news/

31۔ کاوسی، علی نژاد، ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، فیکلٹی آف لینگو ئجز اینڈ لٹریچر، اردو ڈپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف تہران، فارسی کلام غالب کے منظوم اردو تراجم ۔۔۔ ایک مطالعہ، خیابان ششماہی تحقیقی مجلہ، جامعہ پشاور

"اردو زبان میں ترجمے کا آغاز و ارتقاء کے بارے میں وثوق سے کہنا مشکل ہے کہ اردو زبان میں کس ادبی زبان کا ترجمہ پہلے پہل کیا گیا۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس موضوع کو سنجیدہ مطالعہ اور علمی تحقیق کے قابل کبھی سمجھا ہی نہیں گیا۔ اب تک کی دریافتوں کے مطابق اردو زبان میں جو ترجمے ملتے ہیں ان کی نوعیتیں بھی جدا جدا ہیں۔ بعض مذہبی نوعیت کی ہیں، بعض ادبی نوعیت کی اور بعض سائنسی علوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک منظوم دوسرا منثور۔ یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ پہلے نظم میں ترجمہ ہوا یا نثر میں۔"[32]

مشرقی زبانوں میں منظوم کی روایت کچھ قدیم معلوم ہوتی ہے جس کے داعیات مختلف ہو سکتے ہیں۔ قدیم مذہبی مواد کا نظم میں ہونا جیسا کہ ہندومت کی مرکزی مذہبی کتب کا بیشتر نظم میں ہے،[33] سنسکرت کے بعد مشرقی زبانوں میں عربی کو دیکھا جائے تو قبل از اسلام شعر گوئی ان کا طرہ امتیاز رہا ہے اور بعد از اسلام علوم اسلامیہ کی تدوین کے دوران تمام علوم و فنون کی منظومات بھی اس بات کی دلیل ہیں[34] کہ یہاں شعر کو محض مخصوص اظہار کے لیے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ بعض علمی اور مذہبی مقاصد بھی شعر سے ہی پورے کیے گئے ہیں۔ اگرچہ زبان کے مختلف اسالیب کے کردار بدلتے رہے ہیں۔ مغرب میں بھی اس روایت کا چلن ملتا ہے۔ انگریزی کے بڑے بڑے شعراء نے طبع آزمائی کی ہے جن کے نام مندرجہ ذیل اقتباس میں مذکور ہیں۔

"Astonishingly inventive tradition of translation to which some of the greatest English poets have contributed, including Chaucer and Jonson, Dryden and Pope, Tennyson and Ezra Pound[35]"

مشرق میں منظوم کی روایت جتنی قدیم ہے اتنی زندہ بھی ہے[36] لیکن مغرب نے ایک قلیل مدت کے لیے اس کو مصرف میں لایا۔ اب اس روایت کا چلن نہیں رہا۔

پروفیسر آل احمد سرور لکھتے ہیں:

"ایک زمانے میں شاعری علوم کی زبان بھی تھی مگر رفتہ رفتہ اس نے اپنے مخصوص کردار کو پہچان لیا۔ اب مغرب میں کوئی تاریخ نظم نہیں کرتا اور نہ ہی منظوم جغرافیہ لکھتا ہے۔ نہ نفسیات اور معاشات کے مسائل نظم کرتا ہے۔ شاعری فرد کے جذبے کی ترجمان بن کر رہ گئی ہے۔"[37]

---

[32] ۔عارف عزیز (بھوپال)، اردو میں ترجمے کی روایت اور اس کا فن

[33] ۔یوسف خان، محمد، مولانا، پروفیسر، استاذ الحدیث، تقابل ادیان، بیت العلوم، پرانی انارکلی، لاہور، ص:54-56

[34] ۔المعمري، أحمد بن عباس المساح، منظومات علمية (متون العقيدة)، مكتبة النور، تاريخ الإنشاء 26 مايو 2011

[35] . Charles Tomlinson, Classical Verse Translated, Trustees of Boston University, Third Series, Vol. 4, No. 2 (Fall, 1996), pp. 149

[36] ۔حال ہی میں ڈاکٹر شہناز مزمل صاحبہ نے "نور فرقان" قرآن پاک کا منظوم مفہوم کے عنوان سے کام کیا ہے۔ موصوفہ لاہور پاکستان سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کا یہ کام باقاعدہ ڈیجیٹل فارم میں ویب سایٹ پر دستیاب ہے۔ https://www.shahnazmuzammil.com/

مشرقی زبانوں کے لیے یہ کہنا کہ وہ محض جذباتی اظہار کے لیے ہی موزوں ہیں ایک بے انصافی ہے۔

"مشرقی زبانوں کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ جذباتی اظہار پر تو پوری طرح قادر ہیں۔ مگر ذہنی اظہار کے لیے ابھی انہیں بہت ترقی کرنا ہے۔ گویا ادبی اظہار کے علاوہ علمی معیار کے لیے ابھی ترقی کی گنجائش ہے۔"[38]

منظوم تراجم کی روایت کے داعیات میں شاعری کو ایک نئے رخ پر لانا بھی مقصود تھا محض ذاتی جذبات کے اظہار تک اس کو محدود نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ اس ضمن میں باقاعدہ ارادۃً و قصداً کچھ اقدامات بھی کیے گئے۔

"۱۸۷۴ء میں مولوی محمد حسین آزاد کی تحریک اور کرنل بالرائیڈ کی تائید سے انجمن پنجاب قائم ہوئی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مشرقی شاعری کو عشق اور مبالغہ کے تسلط سے رہا کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے متعدد انگریزی شعراء کے منظوم اردو تراجم کیے گئے۔"[39]

ڈاکٹر ظ-انصاری لکھتے ہیں:

"میں نے اردو میں اب تک کے شائع شدہ تمام اہم منظوم ترجمے دیکھے ہیں۔ "طبع حسرت نے اٹھایا ہے ہر استاد سے فیض" لیکن ابھی تک منظوم ترجموں کا رواج نہیں پڑا جیسا کہ انگریزی، جرمنی اور روسی زبانوں میں ہو چکا ہے- خصوصاً روسی زبان میں تو فارسی، فرانسیسی اور انگریزی کے ایسے اعلیٰ تراجم موجود ہیں جن پر اصل سے بڑھ جانے کا گمان گذرتا ہے"[40]

ڈاکٹر جمیل نقوی نے منظوم تراجم کی مذہبی روایت کے ضمن میں لکھا ہے۔

"اردو ادب میں تو قرآن پاک کے منظوم تفاسیر کی بھی ایک لمبی فہرست ہے۔ جمیل نقوی نے کلی اور جزوی منظوم تفاسیر کو ملا کر کوئی 62 ایسی تفاسیر کا تذکرہ کیا ہے۔ نیز 33 پنجابی منظوم تفاسیر کو علیحدہ بیان کیا ہے۔"[41]

منظوم ترجمہ خالصۃً ایک ادبی روایت ہے جس کے نتیجے میں مذہبی روایت نے جنم پایا اس لیے منظوم ترجمہ کی مذہبی روایت کو سمجھنے کے لیے اس کی ادبی روایت کو سمجھنا بہت ہی ضروری ہے۔ ادبی ترجمہ خود ایک ترجمے کی اہم قسم ہے اور اس میں منظوم ترجمہ معراج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی خصوصیات، مشکلات اور اس پر ادبی اور مذہبی تنقید ایک تحقیقی مقالے کی محتاج ہے۔

---

[37]۔ سرور، آل احمد، پروفیسر، تراجم اور اصطلاح سازی کے مسائل، (مرتبہ ڈاکٹر قمر رئیس، ترجمہ کا فن اور روایت) تاج پبلیشنگ ھاؤس، جامع مسجد دھلی، جون 1976ء، ص 48

[38]۔ ایضًا

[39] ۔ قریشی، نثار احمد، اردو میں نثری تراجم کی روایت کا مختصر جائزہ، شمولہ: ترجمہ روایت اور فن 'اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، اشاعت ۱۹۸۵ء ص ۱۲

[40]۔ ظ-انصاری (ظل حسنین نقوی)، پوشکن شعر و شاعری، منظوم ترجمے، ص، 20

[41]۔ نقوی، جمیل، اردو تفاسیر (کتابیات)۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، فروری، 1992، ص 121 تا 128